پروفیسر محمد ابو زہرہ

اجتہاد اور فقہِ اسلامی

فقہ اسلامی میں اجتہاد یہ ہے کہ فقیہ دلائل شرعیہ سے عملی احکام مستنبط کرنے کی کوشش کرے اور اس کوشش میں اپنی تمام قوت کو کھپا دے۔ شریعت کے عملی احکام سے مراد وہ احکام ہیں جو مکلف انسانوں کے افعال سے بحث کرتے ہیں اور جن کو پورا کرنے کا شریعت حقہ ان سے مطالبہ کرتی ہے۔ پس فقہی اجتہاد میں وہ امور شامل نہ ہونگے جو عقائد سے متعلق ہوں۔ کیونکہ ایسے امور علم فقہ کے بجائے علم کلام کے دائرے میں داخل ہیں۔

اجتہاد کی ضرورت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اجتہاد ایک ناگزیر امر تھا کیونکہ شریعت اسلامیہ ایک عموم و دوام کی حامل ہے اور اس کا انطباق قیامت تک جاری رہے گا اور جس طرح قانون نہفتی عام ہیں اسی طرح شریعت میں عمومیت پائی جاتی ہے اور اس کے اصول و کلیات اپنی نوعیت کے اعتبار سے محدود اور مخصوص نہیں ہیں شریعت کا اصل دار و مدار نصوص دینیہ پر ہے جو متعین اور متناہی ہیں لیکن انسان کے حوادث غیر متعین اور غیر متناہی ہیں۔ اس لئے ان حوادث و واقعات کے احکام کے بارے میں بحث کرنے کے لئے اجتہاد ناگزیر ہے جن کی طرف نصوص محض اشارہ کرتی ہیں یا پھر ان نصوص کے احکام پر قیاس کرتے ہوئے دوسرے واقعات کے بارے میں حکم لگایا جائے اور یا ان پر ایسے عام قواعد کلیہ کا انطباق کیا جائے کہ جن کا مجتہدین نے نصوص سے استخراج کیا ہو مثلاً قاعدہ "رفع حرج" اور "المشقۃ تجلب التیسیر" (جہاں غیر معمولی زحمت پیش آ رہی ہو وہاں سہولت کا پہلو ہونا بھی ضروری ہے) نیز "الضرورات تبیح المحظورات" (ناگزیر اور اکلیف دہ حالات ناجائز کو جائز کر دیتے ہیں)

عہدِ نبویؐ

فقہی اجتہاد کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے ہی ہو گیا ہے۔ صحابہ کرام کو دوران سفر بعض ایسے امور سے سابقہ پیش آتا جن سے متعلق شرعی نصوص کا انہیں علم نہ ہوتا تو وہ اجتہاد کر لیتے اور سفر سے واپسی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اجتہاد پیش کرتے۔ آپ یا تو انہیں برقرار رکھتے اور یا پھر ان پر عدم جواز کا حکم لگاتے ایسا بھی ہوا ہے کہ آپؐ نے ان امور کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا جن کے بارے میں وحی خاموش تھی جیسا کہ آپؐ نے غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا تھا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں نے اجتہاد فرمایا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے اجتہاد کو قبول فرما کر اسے نافذ کر دیا لیکن آپ کو اس فیصلے کے درست نہ ہونے کی اطلاع وحی کے ذریعہ کر دی گئی شریعت اسلامیہ میں مجتہد مخطی پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے ہو سکتا تھا کہ علماء اجتہاد کرنا ہی ترک کر دیتے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کردے اور وہ ٹھیک ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر وہ خطا کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

عہدِ صحابہ بلا شبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اجتہاد بہت کم ہوا اور جو ہوا وہ بھی اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کو اس کی رغبت دلائی جائے اور انہیں اس راہ پر چلنے کا عادی بنایا جائے تاکہ پیش آمدہ مسائل میں جہاں شرعی نصوص ان کی رہنمائی نہ کریں وہ اجتہاد کرلیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سلسلۂ وحی منقطع ہو جانے کی وجہ سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا اور اس فریضے کو کبار صحابہ اور فقہاء نے انجام دیا۔ کبار مجتہدین یہ ہیں :-

عمرؓ، علیؓ، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان لوگوں کے فتاوے بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے اجتہاد کے باب میں سنگ میل ثابت ہوئے۔ یہ مجتہدین الدین کتاب وسنت کی نص معلوم کرنے کی کوشش کرتے۔ اگر اس میں انہیں کامیابی نہ ہوتی تو اجتہاد فرماتے۔ ان میں سے اکثر نے قیاس سے بھی اجتہاد کیا۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک غیر منصوص حکم کے مشابہ قرار دے کر اس کے تحت لایا جائے۔

اور یہ منصوص احکام کی علت وغایت معلوم کرنے سے ہی ہو سکتا ہے جب یہ امر متحقق ہو جاتا کہ کوئی خاص علت غیر منصوص معاملے میں بھی موجود ہے تو اس پر بھی وہی حکم لگا دیا جاتا تھا۔ ان میں سے علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ ہیں۔ بعض صحابہ امر غیر منصوص میں مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھی اجتہاد فرماتے۔ ان لوگوں میں عمر بن خطابؓ عبداللہ بن عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرام شامل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عمرؓ سلطنت کے ان سیاسی امور میں مصلحت سے فیصلے صادر فرما دیتے تھے جن کے بارے میں نص خاموش ہوتی لیکن آپ اکثر قضاۃ کو قیاس ہی کے ذریعے فیصلہ صادر کرنے کی ترغیب دلاتے۔ چنانچہ وہ مکتوب جو آپ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا اس میں لکھتے ہیں :-

"(منصوص وغیر منصوص) معاملات میں مماثلت کو پہچانو اور اس وقت قیاس کرو۔"

ہو سکتا ہے کہ اس سے آپ کا منشاء یہ ہو کہ قضاۃ منصوص کے پابند اور احکام کو ان پر منطبق کرنے کے خوگر ہوں۔ اور قضا کا منصب محض مذاق بن کر نہ رہ جائے۔ امور سلطنت میں آپ نے اکثر فیصلے مصلحت عامہ سے کئے کیونکہ یہی حکم صالح کی غایت ہے۔

عہدِ تابعین عہدِ صحابہ کے بعد تابعین کا دور آتا ہے۔ ان میں اکثر قیاس سے اجتہاد کیا کرتے تھے اور ان کا قیام عراق میں تھا مثلاً علقمہؒ، ابراہیم نخعیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان۔

کچھ وہ بھی تھے جو حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر مصلحت سے اجتہاد کرتے اور یہ مدینہ میں قیام پذیر تھے مثلاً سعید بن مسیبؒ۔ آپ کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فتاویٰ دیئے ہیں اس مکتب فکر میں امام مالکؒ نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ کے اکثر اجتہادات مصلحت کی بنا پر تھے۔ اگرچہ قیاس کی راہ سے ہٹے ہوئے نہ تھے۔

اجتہاد شیعہ فرقہ میں

قبل اس کے کہ ہم تدوین مذاہب کے سلسلہ تک پہنچیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فقہی اجتہاد کا بھی تذکرہ کریں جو متوازی خطوط پر چلتا ہے اور آج تک اس سے ملا نہیں اور وہ شیعہ امامیہ کی فقہ ہے۔

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کی اپنے طریق اور طرز اجتہاد کی مستقل فقہ ہے۔ جمہور فقہاء (جن میں زیدیہ بھی شامل ہیں) ان نصوص کا اعتبار کرتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کی ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اب اجتہاد کی بنا قرآن کریم اور سنت نبویہ پر ہی رکھی جائے گی۔ لیکن اثنا عشریہ اپنے ائمہ کے اقوال کا بھی اعتبار کرتے ہیں جنہیں وہ وصایا کا نام دیتے ہیں اور انہیں ایسی نصوص خیال کرتے ہیں جو قابل اتباع ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی اجتہاد کا مجاز نہ تھا اسی طرح امام کی موجودگی میں کسی کو اجتہاد کا حق نہیں۔ ہاں اگر امام ہی کا منشاء ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اس طرح ان کے اجتہاد کا دار و مدار نصوص اور اقوال ائمہ پر ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے بارہویں امام تیسری صدی ہجری کے نصف آخر میں ۲۶۰ھ میں وفات پا گئے۔

امام کے بعد ان کے اجتہاد کا دار و مدار نصوص ائمہ، قرآن اور اقوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا تھا لیکن یہ اس وقت جبکہ امام نے نصوص قرآنیہ اور سنت کی تخصیص نہ کی ہو۔ اگر انہیں قرآن، سنت یا امام کی کوئی نص نہ ملتی تو وہ اجتہاد کرتے اور ان کا یہ اجتہاد عقل پر مبنی ہوتا نہ کہ قیاس پر کیونکہ اس کی وہ نفی کرتے تھے۔

اجتہاد کے تین طریقے

اس تمام بحث سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اجتہاد کے تین طریقے ہیں۔

اول مبنی بر مصلحت اور اس پر زیادہ تر حجازی فقہ میں عمل ہوتا تھا۔

دوم مبنی بر قیاس، یہ عراق میں رائج تھا۔

سوم مبنی بر عقل، اس سے فرقہ امامیہ مختص تھا۔

مجرد عقلی اجتہاد، اور دوسرے دونوں طریقوں کے اجتہاد میں فرق یہ ہے کہ عقلی اجتہادات اس بات کے متقاضی نہیں ہوتے کہ نصوص اور ان اجتہادات کے مابین جو مجتہدین کی عقل پر مبنی ہوں کوئی فقہی رابطہ موجود ہو۔

قیاس میں ضروری ہوتا ہے کہ نص معین پر اعتماد کیا جائے اور مصلحت عادتاً شارع کے مقاصد سے ہم آہنگ ہوتی ہے حقیقۃً نتائج کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا کیونکہ عقل بھی تو مصلحت کے خلاف نہیں ہوتی۔

تدوین فقہ کا دور

تابعین کے زمانہ کے بعد تکوین مذاہب فقہ کا دور آیا اور اسی دور میں امامیہ کے ہاں وہ شخصیتیں پیدا ہوئیں جو بہت نمایاں تھیں اور جن کا اثر دیر تک باقی رہا۔ ان میں امام محمد باقر بن علی زین العابدینؒ اور امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؒ ہیں۔ جن کی طرف فقہ امامی منسوب کی گئی۔ یہ دونوں امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے ہم عصر ہیں اور امام ابو حنیفہ کا ان سے علمی رابطہ بھی ثابت ہے۔ استنباط کے قواعد جنہیں علم الاصول کہا جاتا ہے۔ اسی

دور میں مرتب ہوئے۔ اب فقہی اجتہاد واقعات کے لئے جزوی احکام کے استخراج میں منحصر نہ رہا۔ بلکہ فقہاء نے قواعدِ استنباط اور ان کے تعین میں بھی غور و فکر شروع کر دیا۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے دَور تک کوئی چیز مدون ہو کر سامنے نہ آئی تھی کہ امام شافعیؒ کا زمانہ آگیا۔ آپ نے اس امر کی کوشش کی کہ اہل حجاز اور اہل عراق اور ان کی آپس میں آراء کا موازنہ کرنے کے لئے ایسے قواعد مرتب کئے جائیں جن پر ان آراء کے حق اور غیر حق ہونے کو پرکھا جا سکے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے آپ نے اصول فقہ کے موضوع پر ایک تصنیف "الرسالہ" بھی مرتب فرمائی۔ جو آپ کے مسلک کی اساس ہے۔

ائمہ مجتہدین کا کام

اب اجتہاد صرف جزئیات تک محدود نہ رہا بلکہ اس سے استنباط کے لئے کلی اصول بھی وضع ہونے لگے اور ائمہ، ان کے تلامذہ اور بعد میں آنے والوں نے قرآن، سنت اور ان میں بیان کردہ احکام کی علتوں کا باقاعدہ مطالعہ شروع کیا۔ اور ان پر فقہی احکام کی تفریع کرنی شروع کی۔ ہر امام کے مسلک کے فقہی مجموعات تین حصوں میں کئے جا سکتے ہیں؛

۱۔ ان فروع کا مجموعہ جن کا اس مذہب میں استنباط کیا گیا ہے۔

۲۔ وہ اصول جنہیں اس مذہب میں استنباط کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

۳۔ وہ جو علل احکام کا مجموعہ ہیں اور جن پر فروع کی بنیاد رکھی گئی

جیسے کم عمری مالی ولایت کے لئے سبب ہے اور معاملات کا لزوم باہمی رضا پر مبنی ہے اور نہ وجیت ثبوت نسب کی علی ہذا القیاس۔

مجتہدین منتسبین کا دور

مذاہب الگ الگ ہو جانے کے بعد ابھی تیسری صدی کا اختتام نہیں ہوا تھا کہ مذکورہ مذاہب میں سے ہر مذہب جو مدون ہو چکا تھا۔ اس کے تلامذہ پیدا ہو گئے جو اپنی اپنی فقہوں کا درس دینے لگے اور تمام اسلامی ممالک میں پھیل کر اپنا اثر نافذ کرنے لگے جب اجتہاد اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ تو ان کے ماننے والوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جو اپنے مسلک اور امام کے بدرجہ غایت اعتقاد اور تعصب میں مبتلا ہو گئے۔ اسی تعصب ہی کا کرشمہ تھا کہ اجتہاد کا دائرہ تنگ ہوتا گیا۔ اجتہاد اصول و فروع دونوں پر مشتمل تھا۔ لیکن بعد میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ لوگ جو مخصوص مذہب کا درس دیتے تھے اپنے مذہب کے طریقوں اور اصولوں کی مخالفت کرنے پر تیار نہ تھے۔ بلکہ اس کے لئے ان کے اندر تعصب پایا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے امام کے مقید ہو گئے۔ حنفیہ انہی اصولوں کا اتباع کرنے لگے جو فقہ حنفی میں مدون کئے گئے۔ مالکی مذہب مالکی کے اصولوں کی پیروی کرنے لگے اور یہی حال حنابلہ اور شوافع کا تھا۔ البتہ بعض اوقات یہ لوگ فروع میں اپنی راہ خود متعین کرتے اور جزیات میں اپنے امام کی مخالفت بھی کر جاتے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کے تلامذہ میں سے مزنی ہیں یا محمد بن حسن کے تلامذہ ہیں اور امام مالکؒ کے تلامذہ میں سے عبدالرحمٰن بن قاسم اور ابن واہب ہیں۔ اس نوع کے مجتہدین کو مجتہدین منتسبین کہا جاتا ہے۔

اصحاب تخریج

آہستہ آہستہ مجتہدین منتسبین کم ہونے لگے۔ پانچویں صدی میں تو ان کا وجود خال خال نظر آتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اجتہاد کا دائرہ محدود ہو گیا۔ اور اکثر لوگوں نے احکام کو انہی قواعد پر تطبیق دینا شروع کیا جو مختلف ائمہ کے شاگردوں نے

مستنبط کئے تھے۔ اجتہاد کی اس نوع کا نام تحقیق مناط ہے یعنی کسی حکم کی ایسی علت کی تطبیق جس کا استنباط متقدمین کر چکے ہوں جو مجتہدین اس وصف سے متصف تھے انہیں طبقہ مخرجین میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ وہ مذہب کے حسب قواعد ایسی فروع کا استخراج کرتے تھے جن کے حکم کے بارے میں اس مذہب میں کوئی وضاحت نہیں بیان کی گئی۔

اصحاب ترجیح

جوں جوں مذاہب زیادہ ہوتے گئے اور ان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اجتہاد بتدریج کم ہونا شروع ہو گیا اپنے اپنے مذاہب کے لئے مناظرے ہونے لگے اور طبقہ مخرجین کے بعد طبقہ مرجحین پیدا ہو گیا جو اپنے مذہب ہی کے اقوال میں سے کسی ایک قول کی دلیل یا ائمہ کی کسی روایت کو مضبوط پا کر اپنے عمل کے لئے منتخب کر لیتے تھے۔

مقلدین

ان کے بعد طبقہ مقلدین کا دور آتا ہے جو مطلقاً مقلد تھے۔ ان میں نہ تو تخریج کی صلاحیت تھی اور نہ ترجیح کی بلکہ تقلید کرتے رہے اور چھٹی اور ساتویں صدی ہجری اور مابعد کا دور ہے۔

اجتہاد کا دروازہ کھلا رہا

اس بات کی تصریح ضروری معلوم ہوتی ہے کہ امامیہ کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ بند نہیں بلکہ کھلا ہوا ہے۔ جن احکام کے بارے میں انہیں اقوال ائمہ نہ ملتے یا ان پر تخریج نہ کر سکتے تو اپنی عقل پر اعتماد کرتے ہوئے اجتہاد کر لیتے تھے۔

اسی طرح فقہ جمہور میں بھی اجتہاد کا دروازہ کلیتہً بند نہیں ہوا۔ بلکہ مختلف زمانوں میں ہمیں ایسے نمایاں لوگ ملتے ہیں جن کے اپنے نکھرے ہوئے فقہی مسالک تھے۔ مثلاً آٹھویں صدی میں ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ جو حنبلی المسلک تھے اور کمال الدین ہمامؒ جن کے متعلق بعض حنفیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مجتہد مطلق کے مقام تک پہنچ گئے تھے۔

تقلید کا رواج کیونکر ہوا؟

اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کے مندرجہ ذیل وجوہ تھے۔

۱۔ اجتہاد کے لئے جو بلند ہمتیں درکار تھیں وہ نسلاً بعد نسلٍ کم ہوتی گئیں۔

۲۔ اپنے مسلک کے لئے تعصب پیدا ہو گیا۔

۳۔ سابقہ لوگوں کے اقوال کا ایسا احترام جس سے کہ ان کی مخالفت جائز نہ رہے۔

یہی وجہ ہوئی کہ طبقہ منتسبین نے ائمہ کے طریقوں کا احترام کیا۔ مخرجین ان اصولوں کا احترام کرنے لگے جو سابقہ لوگ مرتب کر گئے تھے اور طبقہ مرجحین نے اس دروازے کو اور تنگ کر دیا۔ اور صرف ترجیح پر قانع ہو گئے۔ بعد میں آنے والوں کے لئے سوائے تقلید کے کوئی کام ہی نہ رہ گیا۔

ائمہ نے تقلید سے روکا

ائمہ نے خود اس بات کی صراحت کی ہے کہ ان کی تقلید نہ کی جائے اور ان کے کسی قول کو بلا دلیل قبول نہ کیا جائے۔ چنانچہ حنابلہ کا کہنا ہے کہ کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں مجتہد مطلق پیدا نہ ہوتا ہو، اور مجتہد مطلق اسے کہتے ہیں جو کتاب و سنت سے امور جدیدہ کے متعلق ایسے احکام مستنبط کرے جن کے بارے میں اقوال سابقین میں کوئی حکم نہ ملتا ہو۔

کتب مالکیہ میں بھی یہ بات وضاحت سے ملتی ہے کہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی صاحب تخریج ضرور ہوتا ہے اور حنابلہ کے نزدیک تو مجتہد مطلق کا ہونا فرض کفایہ تھا۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف مذاہب میں جو کچھ مدون ہو چکا ہے وہ زمانہ کی ضروریات پورا کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے اجتہاد ناگزیر ہے لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ حوصلوں کے پست ہو جانے ہی کی وجہ سے بند ہوا اس لئے اب اگر اس میں احیاء کرنا ہوگا تو اپنی تمام قوتوں کو سمیٹ کر اس پر لگانا ہوگا۔ اور اب نئے حالات میں تو اجتہاد کے محرکات بہت پیدا ہو چکے ہیں۔ سابقہ لوگوں نے علم اسلامی کے مختلف گوشوں کے لئے اپنی پوری کوششیں صرف کیں جمع احادیث اور ان کی صحت جمع اسباب نزول قرآن صحابہ کے فتاویٰ کا جمع کرنا (یہ وہ لوگ ہیں جو سب سے اول اجتہاد کے راستہ پر چلے) اور فقہی احکام کی علتوں کا جمع کرنا۔ یہ تمام اجتہاد کے اسباب و ذرائع ہیں جو ہمارے لئے پہلے سے مہیا کئے جا چکے ہیں۔

اجتہاد کے شرائط

یہ بات تو ثابت ہو چکی کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنا چاہئے لیکن اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اجتہاد صرف وہی لوگ کریں جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔ فقہاء نے مجتہدین کے لئے بہت سی شرطیں لگائی ہیں

۱۔ یہ کہ وہ عربی زبان کا عالم ہو۔ چونکہ قرآن و سنت عربی زبان میں ہونے کے علاوہ فصیح بھی ہیں اس لئے ان کے اسلوب حقیقت مجاز تشبیہ کا علم ضروری ہے۔ امام شافعیؒ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عربی کا علم ہر مسلمان پر ضروری ہے تاکہ اس کے دین میں درستگی پیدا ہو سکے۔ اگر مجتہد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ علوم عربیہ کا متبحر عالم ہو تو عامی کے لئے کم از کم اتنا تو لازم ہے کہ قرآن کی تلاوت کر سکے اور اجمالی طور پر اس کے مطالب سمجھ سکے۔

۲۔ قرآن مجید کا اتنا علم رکھتا ہو کہ اس کے لئے اجتہاد کرنا ناممکن نہ ہو۔ اسے احکام کی تمام آیات کا علم ہونا چاہئے۔ ان کے اسباب نزول سے کما حقہ واقف ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن مجید کا تمام حفظ ہونا بھی ایک شرط ہے لیکن اکثر علماء اسے بطور شرط تسلیم نہیں کرتے۔

۳۔ سنت کا علم، طرق روایت، روایات کے درجے، راویوں کے مراتب، احادیث احکام اور جن مواقع پر وہ احادیث بیان کی گئی ہیں۔ ان تمام باتوں کا جاننا بھی مجتہد کے لئے ضروری ہے۔

۴۔ ان احکام کا علم جن پر صحابہ کا اجماع ہو۔ فقہاء کے اقوال سے نہ صرف پوری طرح واقف ہو بلکہ ان میں اسے مہارت حاصل ہو اور ان کے درمیان موازنہ کرنے کی اس میں صلاحیت ہو۔

۵۔ فقہی قیاس کے قوانین کا علم اور ان قواعد و ضوابط کا علم جن پر چل کر صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین نے قیاس کے ذریعے ہی استخراج احکام کا کام کیا۔

۶۔ شریعت اسلامیہ کے عام مقاصد کی معرفت اور وہ مصالح جن کا اعتبار اسلام نے کیا ہے نیز جن پر احکام کی بنیاد رکھی ہے۔

مجتہد کے اوصاف یہ چند مختصر اشارات تو وہ ہیں جو ان علوم سے متعلق ہیں جن کا جاننا مجتہد کے لئے ضروری ہے اور یہ گویا وہ آلات و وسائل ہیں جن کے ذریعے اجتہاد دیکھا جا سکتا ہے لیکن علماء نے کچھ دوسری شرائط بھی عائد کی ہیں جو مجتہد کی ذات میں پائی جانی ضروری ہیں۔

مجتہد کی نیت خالص ہو۔ اس کے دماغ پر کوئی ایسی چیز مسلط نہ ہو جو اسے صحیح استنباط سے روک سکے اور اس کا مقصد اسلامی احکام کو مذہب کے کسی ایک گوشے میں محدود کر دینے کا ہرگز نہ ہو مثلاً اقتصادیات، سیاسیات، اجتماعیات وغیرہ۔ بلکہ وہ قلب سلیم سے اسلام کے احکام کو جانے، قطع نظر اس سے کہ وہ کسی مکتب فکر کے موافق ہے یا مخالف۔

موجودہ زمانہ میں طریق اجتہاد یہاں ہم ایک انتباہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس دور میں مجتہد کو چاہئے کہ وہ مختلف مسالک کے اسلامی افکار کو باہم قریب کرنے کی کوشش کرے اور تمام مذاہب میں حقائق تلاش کرے نیز اسے تمام مسلمانوں کی خیر خواہی مطلوب ہو۔ اور اگر ان مذاہب اسلامیہ میں سے کسی نے کوئی شئی نظر انداز کر دی ہے مگر زمانہ اس کا محتاج ہے تو وہ اسے اپنے پیش نظر رکھے۔ اس طریقے سے جو اجتہاد کیا جائے گا وہ عظیم الشان اور باعظمت ہوگا

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں میں اجتہاد کے شرط پائے جائیں وہ ایک جماعت کی شکل اختیار کریں تاکہ مسلمان اپنے نئے پیش آمدہ مسائل میں ان کی طرف رجوع کر سکیں۔ یہ جماعت مسلمانوں کے احوال و حوادث کو اپنے زیر مطالعہ رکھے اور حاصل شدہ معلومات سے اپنے تمام ارکان کو مطلع کرتی رہے۔ اگر یہ کوشش متحد ہو کر کی گئی تو انشاء اللہ اس کے نتائج بہتر سے بہتر نکل سکیں گے۔ اور اللہ ہی بہترین مددگار ہے۔

مسئلہ اجتہاد

مصنفہ محمد حنیف ندوی

قرآن، سنت، اجماع، تعامل اور قیاس کی فقہی قدر و قیمت اور ان کے حدود پر ایک نظر۔

صفحات ۱۸۴۔ قیمت تین روپے

ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور